

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے حالات اور قبولِ اسلام

نام و نسب:

عمر بن خطاب بن نفیل بن عبد العزیٰ بن رباح بن عبد اللہ بن قرط بن رزاح بن عدی بن کعب بن لؤی بن غالب بن فہر۔ آپ کی کنیت ابو حفص تھی۔ جس روز حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی وفات ہوئی اسی روز آپ کو خلیفہ مقرر کیا گیا، یہ منگل کا دن تھا اور تاریخ 22 جمادی الثانی تھی۔

خاندان:

جس زمانے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آنکھ کھولی، مکہ پر مدتوں سے قبیلہ قریش کی سرداری اور حکومت چلی آرہی تھی یہ قبیلہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بیٹے حضرت اسمعیل علیہ السلام کی اولاد سے تھا، سارے عرب میں اس قبیلے کی عزت کی جاتی تھی کیونکہ عربوں کی سب سے عزت کی جگہ کعبہ شریف کی دیکھ بھال، حفاظت اور حاجیوں کی خدمت قریش قبیلے کی ذمہ داری تھی، اس قبیلے میں مختلف قوتوں میں دس ایسے نامی گرامی سردار پیدا ہوئے کہ ان کی اولاد کے جدا جدا چھوٹے قبیلے یا گھرانے بن گئے اور ہر گھرانہ اسی سردار کے نام سے مشہور ہو گیا جس کی وہ اولاد تھا۔ ان سرداروں کے نام یہ ہیں: عدی، یتیم، سہم، مخزوم، اسد، جحج، عبدالدار، نوفل، اُمیہ، ہاشم۔

پرورش:

بنو عدی کے مکانات کعبہ شریف کے قریب صفا اور مردہ کی پہاڑیوں کے درمیان تھے حضرت عمر رضی اللہ عنہ یہیں پیدا ہوئے اور پلے بڑھے۔

والد:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے والد خطاب اپنے خاندان بنو عدی کے سردار تھے، علم انساب اور شاعری میں ماہر تھے ”حرب فجار“ میں شریک ہوئے اور بنو عدی کے سپہ سالار تھے، جب نبی اکرم ﷺ نے نبوت کا اعلان کیا تو خطاب فوت ہو چکے تھے۔

والدہ:

آپ کی والدہ کا نام حنتمہ بنت ہاشم بن مغیرہ بن عبد اللہ بن عمر بن مخزوم تھا۔ ساتویں پشت یعنی مرہ پر آپ کی والدہ کا سلسلہ نسب حضور ﷺ سے ملتا ہے۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ چچا زاد بھائی تھے اس لحاظ سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے بھانجے بھی تھے۔

ابتدائی حالات:

جب آپ ذرا سیانے ہوئے تو باپ نے اونٹ چرانے کا کام ان کے سپرد کر دیا۔ وہ مکہ سے چند میل دور ضحان کے جنگل اور میدان میں سارا دن اونٹ چراتے رہتے، جب کبھی تھک کر بیٹھ جاتے تو باپ کے ہاتھ سے مارکھاتے تھے۔ سالہا سال کے بعد اپنی خلافت کے زمانے میں ایک دفعہ ان کا ضحان کی طرف سے گزر ہوا تو پرانی یادیں تازہ ہو گئیں آنکھوں میں آنسو بھر آئے اور فرمایا: ”اللہ اکبر! ایک زمانہ وہ تھا کہ میں مندرے کا کرتا پہنے یہاں اونٹ چرایا کرتا تھا، تھک کر بیٹھ جاتا تو باپ کے ہاتھ سے مارکھاتا تھا، آج یہ دن ہے کہ اللہ کے سوا میرے اوپر کوئی حاکم نہیں۔“

جوانی کی عمر کو پہنچے تو لکھنا پڑھنا سیکھ لیا، اس زمانے میں یہ بڑی خوبی اور کمال کی بات تھی، قریش کے لوگ عام طور پر ان پڑھ تھے اور بہت کم آدمی لکھنا پڑھنا جانتے تھے، کہا جاتا ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ نے اپنے نبی ہونے کا اعلان فرمایا تو قریش کے سارے قبیلے میں صرف 17 آدمی لکھنا پڑھنا جانتے تھے، لکھنے پڑھنے کے ساتھ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے باپ سے انساب کا علم بھی سیکھا اس کے علاوہ سپہ گری نیزہ بازی، تیغ زنی، تیر اندازی اور گھڑ سواری اور پہلوانی کے تمام کرتب سیکھے۔

اسلام لانے سے قبل:

جس زمانے میں آنحضرت ﷺ نے اپنے نبی ہونے کا اعلان فرمایا اور لوگوں کو اللہ کے دین ”اسلام“ کی طرف بلانا شروع کیا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی عمر ستائیس برس تھی، وہ قریش میں بہت اونچی حیثیت رکھتے تھے، اور مکہ کے معزز اور معتبر لوگوں میں شمار ہوتے تھے، ان کے بڑے بھائی حضرت زید رضی اللہ عنہ بن خطاب، بہن فاطمہ بنت خطاب، بہنوئی سعید رضی اللہ عنہ بن زید رضی اللہ عنہ اور خاندان کے کئی دوسرے لوگوں نے تو جلد ہی اسلام قبول کر لیا لیکن حضرت عمر رضی اللہ عنہ نہ صرف اپنے باپ دادا کے مذہب پر سختی سے قائم رہے بلکہ قریش کے اکثر بڑے لوگوں کی طرح انہوں نے زور و شور سے اسلام کی مخالفت شروع کر دی، جس شخص کی نسبت انہیں معلوم ہو جاتا کہ وہ مسلمان ہو گیا ہے اس کے دشمن بن جاتے اور طرح طرح سے اس کو ستاتے، کہا جاتا ہے کہ اپنے خاندان کے بعض مسلمانوں کو وہ رسیوں سے باندھ کر پیٹا کرتے۔ ان میں بنو عدی کی ایک کنیز لبنہ بھی تھیں ان کو مارتے مارتے تھک جاتے لیکن وہ بھی اور دوسرے لوگ بھی ان کی سختیاں بڑے صبر اور حوصلے کے ساتھ سہتے رہے اور اسلام کو چھوڑنے پر کسی صورت میں تیار نہ ہوئے اس طرح چھ سال گزر گئے مگر وہ کسی ایک شخص کو بھی اسلام سے نہ پھیر سکے اس عرصہ میں کچھ ایسے واقعات پیش آئے جن کی وجہ سے وہ سخت الجھن میں پڑ گئے کبھی تو ان کا دل نرم ہو جاتا اور وہ اسلام کے طرف مائل ہو جاتے اور کبھی ان کے دل میں مسلمانوں سے نفرت

اور دشمنی کے آگ بھڑک اٹھتی تھی قریش کے کافروں نے مشہور کر رکھا تھا کہ رسول پاک ﷺ شاعر و جادوگر ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے کانوں میں بھی یہ چھوٹی باتیں پڑتی رہتی تھیں اسی لئے وہ کوئی فیصلہ نہیں کر پارہے تھے۔

اسی زمانے میں ایک دن انہوں نے رسول پاک ﷺ کو حرم شریف کے اندر نماز پڑھتے ہوئے دیکھا تو آپ ﷺ کے پیچھے کھڑے ہو گئے اس وقت آپ ﷺ قرآن پاک کی سورہ الحاقہ بلند آواز سے پڑھ رہے تھے اللہ کا کلام سن کر ان پر بہت اثر ہوا اور ان کو یقین ہو گیا کہ رسول پاک ﷺ نہ تو شاعر ہیں اور نہ جادوگر۔۔

اب ان کے اندر اسلام کے لئے نرمی پیدا ہو گئی مگر پھر وہ باپ دادا کا دین چھوڑنے کو تیار نہ تھے، کچھ مدت بعد رسول اکرم ﷺ کے مظلوم مسلمانوں کو مشورہ دیا کہ وہ حبش چلے جائیں جہاں ایک نیک دل بادشاہ کی حکومت ہے اور اس کے ملک میں وہ امن سے رہ سکیں گے، چنانچہ دو سال کے اندر بہت سے مسلمان مکہ سے ہجرت کر کے حبش چلے گئے ان مسلمانوں میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی ایک رشتہ دار خاتون ام عبداللہ لیلیٰ اور ان کے شوہر عامر رضی اللہ عنہ بن ربیعہ بھی تھے۔ حضرت لیلیٰ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں حبش جانے کے لئے سامان باندھ رہی تھی اور میرے شوہر عامر رضی اللہ عنہ بن ربیعہ کسی کام سے باہر گئے ہوئے تھے اتنے میں عمر رضی اللہ عنہ آ گئے ابھی وہ اسلام نہیں لائے تھے اور ہم ان کے ہاتھوں بہت تکلیفیں اٹھا چکے تھے وہ کچھ دیر مجھے سامان باندھتے دیکھتے رہے پھر بولے: عبداللہ کی ماں! کیا اب چلنے کی تیاری ہے؟ میں نے کہا: ہاں جب تم لوگوں نے ہمیں بہت ستایا اور ہم پر ظلم کیا تو اب ہم اللہ کی زمین میں کہیں نکل جائیں گے جہاں اللہ ہمارے لئے اس مصیبت سے بچنے کی کوئی صورت پیدا کر دے گا۔ اس پر عمر رضی اللہ عنہ نے کہا اللہ تمہارے ساتھ ہو۔ اس وقت میں نے ان کو بہت غمگین پایا ان کے جانے کے بعد میرے شوہر گھر آئے اور میں نے ان کو بتایا کہ عمر رضی اللہ عنہ ابھی یہاں سے گئے ہیں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ہمارے وطن چھوڑنے پر ان کو بہت دکھ ہوا ہے میرے شوہر نے کہا کہ کیا تمہیں اس کے مسلمان ہونے کی امید ہو گئی ہے؟ میں نے کہا: ہاں۔ وہ بولے: مجھے تو اس کے اس وقت تک مسلمان ہونے کی امید نہیں جب تک خطاب کا گدھا مسلمان نہ ہو جائے۔

حضرت عامر رضی اللہ عنہ کی اس بات کا مطلب یہ تھا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طبیعت میں بہت سختی ہے اس لئے وہ اپنے باپ دادا کا مذہب کسی صورت میں نہیں چھوڑیں گے۔ مگر اللہ کی قدرت دیکھئے کہ اس واقعہ کے تھوڑے عرصہ بعد ہی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا دل بالکل موم ہو گیا اور وہ رسول اکرم ﷺ کے قدموں میں جا گرے۔ اسلام لاتے ہیں:

کچھ کتابوں میں بیان کیا گیا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ تقریباً چھ سال تک اپنے خاندان کے مسلمانوں پر بہت سختیاں کرتے رہے لیکن جب انہوں نے دیکھا کہ ان میں سے کسی نے بھی اسلام نہیں چھوڑا اور ان کی تمام سختیاں صبر

کے ساتھ برداشت کیں تو ان کا دل نرم ہو گیا اور پھر جب ان کو اللہ کا کلام سننے کا اتفاق ہوا تو ان پر ایسا اثر ہوا کہ ایک دن رسول پاک ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر اسلام قبول کر لیا لیکن ان کے اسلام قبول کرنے کا جو قصہ زیادہ مشہور ہے اور جسے بہت سی کتابوں میں نقل کیا گیا ہے وہ یہ ہے کہ ایک دن ان کی طبیعت نے جوش مالا اور انہوں نے ارادہ کر لیا کہ جس ہستی کی وجہ سے وہ اتنی الجھن میں پڑے ہوئے ہیں، اس کو قتل کر دیں چنانچہ آپ ﷺ کو شہید کرنے کی غرض سے تلوار لیکر گھر سے نکل کھڑے ہوئے راستے میں اپنے قبیلے کے ایک مسلمان حضرت نعیم بن عبداللہ رضی اللہ عنہ مل گئے انہوں نے دریافت کیا: خیر تو ہے اتنے غصے میں کہا جا رہے ہو؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: میں نیا دین لانے والے اس شخص کو قتل کر دینا چاہتا ہوں جس نے قریش میں پھوٹ ڈالی ہے ہم سب کو بے وقوف ٹھہرایا ہے ہمارے دین کو غلط کہا ہے اور ہمارے بتوں کی برائی کی ہے۔ حضرت نعیم رضی اللہ عنہ نے کہا: اے عمر! خدا کی قسم! تم دھوکے میں پڑ گئے ہو کیا تم سمجھتے ہو کہ حضرت محمد ﷺ کے قتل کے بعد ان کے خاندان والے تمہیں زندہ چھوڑیں گے، تم ذرا پہلے اپنے گھر والوں کی خبر تو لو۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: میرے گھر والے کون؟ حضرت نعیم رضی اللہ عنہ نے کہا: تمہاری بہن فاطمہ اور تمہارے بہنوئی سعید رضی اللہ عنہ بن زید دونوں مسلمان ہو چکے ہیں اور انہوں نے حضرت محمد ﷺ کی پیروی اختیار کر لی ہے۔ یہ سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ الٹے پاؤں پھرے اور بہن کے ہاں پہنچے، اس وقت ان کے گھر میں رسول پاک ﷺ کے ایک پیارے ساتھی حضرت خباب بن ارت رضی اللہ عنہ بھی موجود تھے، ان کے پاس ایک چھوٹی سی کتاب تھی جس میں سورہ طہ لکھی ہوئی تھی اس قسم کی کتاب کو صحیفہ کہا جاتا ہے۔

حضرت خباب رضی اللہ عنہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہ کو اس صحیفے سے سورہ طہ پڑھا رہے تھے اور حضرت سعید رضی اللہ عنہ بھی ان کے پاس بیٹھے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دروازہ کھٹکھٹایا تو حضرت خباب رضی اللہ عنہ گھر کے ایک حصے میں چھپ گئے اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے صحیفے کے ورق چھپا دیئے۔ لیکن حضرت عمر رضی اللہ عنہ پہلے ہی دروازے میں سورہ طہ پڑھے جانے کی آواز سن چکے تھے انہوں نے اندر پہنچ کر بہن اور بہنوئی سے پوچھا: ”تم ابھی کیا پڑھ رہے تھے؟“ دونوں نے کہا: تم نے کچھ نہیں سنا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: نہیں میں نے سنا ہے مجھے خبر ملی ہے کہ تم دونوں اپنے باپ دادا کے مذہب سے پھر گئے ہو۔ یہ کہہ کر انہوں نے اپنے بہنوئی کو پیٹنا شروع کیا حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہ سوہر کو بچانے کے لئے آگے بڑھیں تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک لکڑی سے ان کو بھی مارا جس سے ان کا سر پھٹ گیا اور وہ لہو لہان ہو گئیں۔ اس وقت دونوں میاں بیوی کی زبان سے نکلا: ہاں ہم مسلمان ہو چکے ہیں اور اللہ کے رسول ﷺ پر ایمان لے آئے ہیں تم جو چاہو کرلو اسلام ہمارے دل سے نہیں نکل سکتا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بہن کا خون بہتے دیکھا تو ان کا غصہ ٹھنڈا ہو گیا۔ کہنے لگے: تم جو پڑھ رہے تھے مجھے بھی

لا کر دکھاؤ۔ بہن نے کہا: ہمیں ڈر ہے کہ تم اسے بھی ضائع کر دو گے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: نہیں میں اپنے خداؤں کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ پڑھ کر اسے واپس کر دوں گا۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے کہا: بھائی اس صحیفے کو پاک آدمی ہی ہاتھ لگا سکتا ہے جب تک تم غسل نہیں کرو گے ہم یہ صحیفہ تمہارے ہاتھ میں نہیں دینگے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اٹھ کر غسل کیا اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہ نے صحیفہ ان کے ہاتھ میں دے دیا جب انہوں نے سورہ طہ پڑھنی شروع کی تو ان کی زبان سے بے اختیار نکلا: ”واہ! کیا ہی عمدہ کلام ہے۔“

حضرت خباب رضی اللہ عنہ نے ان کی یہ بات سنتے ہی باہر نکل آئے اور کہا: اے عمر! مجھے امید ہے کہ اللہ نے تم کو اپنے نبی ﷺ کی دعا پورا ہونے کے لئے چن لیا ہے میں نے کل ہی رسول پاک ﷺ کو یہ دعا کرتے ہوئے سنا تھا کہ:

اللَّهُمَّ اعْزِزْ الْإِسْلَامَ بِأَحَبِّ هَذَيْنِ الرَّجُلَيْنِ إِلَيْكَ يَا بَنِي جَهْلٍ أَوْ يُعْمَرَ بِنِ الْخَطَابِ
 ”اے اللہ! ان دو آدمیوں (یعنی) ابو جہل اور عمر بن خطاب میں سے جو بھی تجھے زیادہ محبوب ہے، اس کے ذریعے اسلام کو غلبہ عطا فرما۔“

[مسند البزار: 2119]

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: ”مجھے محمد ﷺ کے پاس لے چلو تا کہ میں مسلمان ہو جاؤں۔“
 حضرت خباب رضی اللہ عنہ نے ان کو بتایا کہ رسول اللہ ﷺ اور ساتھی اس وقت صفا کی پہاڑی کے قریب ایک مکان ”دار ارقم“ میں موجود ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کمر سے تلوار باندھے سیدھے دار ارقم پہنچے اور دروازہ کھٹکھٹایا، رسول پاک ﷺ کے پیارے ساتھیوں میں ایک نے دروازے کی جھری سے باہر جھانگا تو دیکھا کہ عمر رضی اللہ عنہ تلوار باندھے کھڑے ہیں انہوں نے گھبرا کر رسول پاک ﷺ کو بتایا کہ یا رسول اللہ ﷺ باہر عمر رضی اللہ عنہ تلوار باندھے کھڑا ہے، خدا جانے وہ کس ارادے سے آیا ہے۔

آنحضور ﷺ کے چچا حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ بھی مکان میں موجود تھے۔ وہ بڑے طاقتور اور بہادر آدمی تھے۔ وہ گرج کر بولے: اسے اندر آنے دو، اگر نیک ارادے سے آیا ہے تو خیر ہے، ورنہ اسی کی تلوار سے اس کی کاسراڑا دوں گا۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اسے آنے دو۔

چنانچہ دروازہ کھولا گیا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ اندر داخل ہوئے۔ رسول پاک ﷺ اٹھ کر ان کی طرف بڑھے اور ان کی چادر مٹھی میں دبا کر زور سے کھینچتے ہوئے فرمایا: اے ابن خطاب! تم کس ارادے سے یہاں آئے ہو؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: ”اے اللہ کے رسول! میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان لانے کے لئے حاضر ہوا ہوں۔“

اس پر آپ ﷺ نے زور سے ”اللہ اکبر“ کا نعرہ لگایا اور مکان میں موجود سارے مسلمانوں کو پتہ چل گیا کہ عمر رضی اللہ عنہ مسلمان ہو گئے ہیں۔ سب کو بے انتہا خوشی ہوئی اور انہوں نے بھی اس زور سے ”اللہ اکبر“ کا نعرہ مارا کہ مکہ کے پہاڑ گونج اٹھے۔
اسلام کا کھلم کھلا اظہار:

اس کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! کیا ہم حق پر نہیں ہیں خواہ مریں یا جیئیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! تم لوگ حق پر ہو، خواہ جیو یا مرو۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! جب ہم حق پر ہیں اور کافر غلط راستے پر تو پھر ہم اپنا دین کیوں چھپائیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اے عمر! ہماری تعداد تھوڑی ہے اور تم دیکھ رہے ہو کہ ہم کن حالات سے گزر رہے ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: اس ذات کی قسم جس نے آپ کو نبی بنا کر بھیجا! میں اسلام لانے سے پہلے جن لوگوں کے ساتھ اٹھتا بیٹھتا تھا اب مسلمان ہو کر ان کے سامنے جاؤں گا۔

اس پر تمام مسلمان دار ارقم سے دو صفیں بنا کر نکلے اور کعبے کی طرف روانہ ہوئے ایک صف میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور دوسری صف میں حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ۔ سب نے مسجد حرام میں داخل ہو کر نماز ادا کی۔

اسی کا تذکرہ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ ان الفاظ میں بیان فرماتے ہیں کہ:

وَاللّٰهُ مَا اسْتَطَعْنَا اَنْ نُّصَلِّيَ عِنْدَ الْكَعْبَةِ طَاهِرِينَ حَتّٰى اَسْلَمَ عُمَرُ

اللہ کی قسم! ہم اس بات کی استطاعت نہیں رکھتے تھے کہ واضح طور پر کعبہ کے پاس نماز ادا کریں، یہاں تک کہ عمر رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول کر لیا۔

[المستدرک للحاکم: 4487]

قریش کے کافروں نے جب یہ واقعہ دیکھا تو ان کو سخت غصہ آیا۔ انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو جب وہ اکیلے تھے گھیر لیا اور مارنا شروع کیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بھی انکا ڈٹ کر مقابلہ کیا آخر کافروں کے ایک سردار عاص بن وائل سہمی نے کافروں کو یہ کہہ کر پیچھے ہٹا دیا کہ اس کو چھوڑ دو، اس کے خاندان کے لوگ کبھی یہ برداشت نہیں کریں گے کہ تم اس کو مار ڈالو۔ یہ واقعہ ایک دوسرے صورت میں بھی بیان کیا گیا ہے وہ اس طرح کہ بے شمار کافروں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے مکان کو گھیر لیا تاکہ جب وہ باہر نکلیں تو ان کو مار دیں۔ بنو سہم کے سردار عاص بن وائل کا بنو عدی کے ساتھ دوستی کا معاہدہ تھا۔ وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس گیا اور ان سے کہا کہ تم گھر میں کیوں بیٹھے ہو؟ انہوں نے کہا: تمہاری قوم مجھے قتل کرنا چاہتی ہے کیونکہ میں نے اسلام قبول کر لیا ہے۔ اس پر عاص بن وائل نے کہا: کوئی تم پر ہاتھ نہیں ڈال سکتا کیونکہ

میں تمہیں اپنی پناہ میں لے چکا ہوں۔ پھر وہ باہر نکلا اور مکان کا گھیراؤ کرنے والے لوگوں سے پوچھا تم کیا چاہتے ہو؟ انہوں نے کہا: ہم ابن خطاب کو باپ دادا کے دین سے پھر جانے کا مزہ چکھانا چاہتے ہیں۔ عاص نے کہا: عمر پر کوئی ہاتھ نہیں ڈال سکتا وہ میری حمایت میں ہے۔ اس کے بعد سب چلے گئے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے کا واقعہ نبوت کے چھٹے سال کا ہے، بعض نے ساتواں سال بھی بتایا ہے۔ ہو سکتا ہے کہ وہ چھٹے سال کے آخر یا ساتویں سال کے شروع میں اسلام لائے ہوں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی عمر اس وقت تقریباً تینتیس برس تھی۔

مکہ سے ہجرت:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول کرنے کے بعد چھ سال سے کچھ زیادہ عرصہ مکہ میں گزارا یہ زمانہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور ساتھیوں کے لئے بڑے دکھوں اور مصیبتوں کا زمانہ تھا، کافر مسلمانوں کو تکلیف پہنچانے کے لئے نت نئے طریقے تلاش کرتے تھے لیکن مسلمان تمام تکلیفیں اور مصیبتیں بڑے حوصلے اور صبر کے ساتھ جھیلتے رہے اور کبھی کسی کے دل میں اسلام سے پھر جانے کا خیال تک نہ آیا نبوت کے گیارہویں سال یثرب سے چھ نیک آدمی حج کے لئے مکہ آئے، اتفاق سے ان کی ملاقات رسول پاک ﷺ سے ہو گئی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے سامنے اسلام پیش کیا تو وہ فوراً مسلمان ہو گئے۔

یثرب مکہ سے چار سو اکیس کلومیٹر دور ایک پرانا شہر تھا جہاں عربوں کے دو بڑے قبیلے اوس و خزرج اور بہت سے یہودی آباد تھے، مسلمان ہو جانے والے چھ آدمی واپس اپنے شہر یثرب گئے تو انہوں نے کچھ اور لوگوں کو بھی مسلمان کر لیا چنانچہ اگلے سال بارہ آدمی مکہ آئے اور رسول اکرم ﷺ کی بیعت کی۔ ان کی درخواست پر آپ ﷺ نے اپنے ایک پیارے ساتھی حضرت مصعب رضی اللہ عنہ بن عمیر کو یثرب بھیجا ان کی تبلیغ سے اوس و خزرج کے گھر گھر میں اسلام پھیل گیا نبوت کے تیرہویں سال یثرب سے پچھتر آدمی مکہ آئے اور آپ ﷺ سے درخواست کی کہ آپ لوگ یثرب تشریف لے آئیں ہم آپ کی دل و جان سے حفاظت کریں گے۔ ان نیک لوگوں کو اسی لئے ”انصار“ یعنی مددگار کہا جاتا ہے۔ حضور ﷺ نے ان کی درخواست کو قبول کر لیا اور مناسب وقت کا وعدہ کیا۔ انصار کے واپس جانے کے بعد اپنے ساتھیوں کو ہدایت فرمائی کہ وہ مکہ سے ہجرت کر کے یثرب چلے جائیں جہاں اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے مددگار پیدا کر دیئے ہیں اور ان کو ایسا شہر مل گیا ہے جہاں وہ امن سے رہ سکتے ہیں۔

حضور ﷺ کا حکم ملتے ہی مسلمان دو دو چار چار کر کے یثرب کے طرف ہجرت کرنے لگے کافروں کو پتہ چلا تو یہ خیال کر کے ان کے سینے پر سانپ لوٹ گیا کہ یثرب میں ان کے ظلم کا ہاتھ مسلمانوں تک نہیں پہنچ سکے گا، انہوں نے

مسلمانوں کو ہجرت سے روکنے کی بہت کوشش کی، بعض کو قید کر لیا، بعض کو زبردستی روک لیا گیا، کسی کا سامان چھین لیا، کسی کے بیوی بچوں کو روک لیا پھر بھی اکثر مسلمان چھپ چھپا کر مکہ سے ہجرت کر کے یثرب پہنچتے ہیں کامیاب ہو گئے، لیکن حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی شان نزالی تھی وہ اعلانیہ بیس مسلمانوں کو ساتھ لے کے نکلے ان میں ان کے بھائی زید رض، بہنوئی سعید رض، اور داماد خنیس رضی اللہ عنہ بھی شامل تھے، چلنے سے پہلے انہوں نے کمر میں تلوار باندھی، کندھے پر کمان رکھی، گلے میں تیروں کا ترکش لٹکایا، ہاتھ میں نیزہ پکڑا اور کافروں کے سامنے سے گزر کر کعبہ پہنچے، نہایت اطمینان سے طواف کیا، نماز پڑھی پھر فرمایا: ان لوگوں کا بھلا ہو جو پتھر کے ٹکڑوں کو اپنا خدا سمجھتے ہیں۔

اس وقت وہاں بہت سے کافر جمع تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان سے مخاطب ہو کر بلند آواز سے فرمایا: میں آج مکہ سے جا رہا ہوں، میرے ساتھ میرے بھائی، بہنوئی، داماد اور بہت سے دوسرے مسلمان ہیں، جس کو مقابلہ کرنا ہو اور اپنے بیٹے کو یتیم اور اپنی بیوی کو بیوہ بنانا ہو وہ مکہ سے باہر نکل کر مقابلہ کرے۔

لیکن کسی کو جرأت نہ ہوئی کہ ان کو روک سکے یا راستے میں جا کر ان کو نقصان پہنچا سکے یوں وہ خیر و عافیت کے ساتھ اپنے ہمراہیوں سمیت قبا پہنچ گئے جو یثرب سے دو میل ادھر ایک چھوٹا سا گاؤں تھا جس میں انصار کے قبیلہ اوس کی ایک شاخ یعنی عمرو بن عوف کے لوگ آباد تھے، اس قبیلے کے ایک مسلمان حضرت ابولبابہ رفاعہ رضی اللہ عنہ بن عبدالمنزرنے ان کو اپنا مہمان بنایا تھوڑے ہی عرصہ کے بعد رسول اکرم ﷺ اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بھی مکہ سے ہجرت فرما کر قبا پہنچ گئے۔

رسول اللہ ﷺ نے قبا میں چودہ دن قیام فرمایا۔ اس دوران میں آپ ﷺ نے اپنے صحابہ کے ساتھ مل کر وہاں ایک مسجد بنائی جو ”مسجد قبا“ کے نام سے مشہور ہوئی، یہ مسجد بناتے وقت حضرت عمر رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ہو کر مٹی، گارا اور اینٹیں ڈھوتے رہے۔

چودہ دن بعد رسول پاک ﷺ یثرب تشریف لے گئے۔ اس دن سے اس شہر کا نام ”مدینۃ النبی“ یعنی نبی کا شہر مشہور ہو گیا۔ جو مختصر ہو کر ”مدینہ“ رہ گیا۔

شروع میں کچھ عرصہ حضرت ابولبابہ رفاعہ بن عبدالمنزرن رضی اللہ عنہ کے مکان میں قیام کیا پھر بنو سالم کے سردار حضرت عتب بن مالک رضی اللہ عنہ کے مکان میں چلے گئے جو قبا کے قریب بنو سالم کے محلے میں تھا، بنو سالم، قبیلہ خزرج کی ایک شاخ تھی۔ قبا اور بنو سالم کا یہ گاؤں یا محلہ خاص شہر مدینہ سے تقریباً دو میل کے فاصلے پر تھے، لیکن ان کو مدینہ ہی میں شامل سمجھا جاتا تھا یہ قدرے بلندی پر واقع تھا اس لئے ان کو عوالی کہا جاتا تھا عوالی کا مطلب ہے بلند جگہیں۔ مدنی زندگی:

ہجرت کے وقت حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی عمر تقریباً چالیس برس تھی، اس کے بعد وہ تینیس برس تک اس دنیا میں رہے یہ سارا زمانہ انہوں نے مدینہ میں گزارا اس لئے اس زمانے کو ان کی مدنی زندگی یا زندگی کا مدنی دور کہا جاتا ہے، اس دور کو تین ادوار میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔

پہلا ہجرت کے بعد رسول اکرم ﷺ کا زمانہ یعنی دس سال۔ دوسرا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت کا زمانہ یعنی دو سال تین مہینے گیارہ دن اور تیسرا خود حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت کا زمانہ یعنی دس سال چھ مہینے پانچ دن۔ خواب میں اذان سنی:

مدینہ پہنچ کر جب مسلمان آزادی اور اطمینان سے نماز اور دوسرے فرائض ادا کرنے لگے تو رسول پاک ﷺ نے ضروری سمجھا کہ مسلمانوں کو نماز کے وقت بلانے کا کوئی انتظام ہونا چاہیے کیونکہ جو لوگ مسجد میں نماز پڑھنے آتے تھے، ان میں کوئی پہلے آ جاتا تھا اور کوئی بعد میں، اس لئے وقت کا صحیح اندازہ نہ ہونے کی وجہ سے جماعت میں شریک ہونے سے رہ جاتے تھے، حضور اکرم ﷺ نے اس بارے میں اپنے پیارے ساتھیوں سے مشورہ کیا تو بعض نے رائے دی کہ کسی بلند جگہ پر آگ جلا کر نماز کی خبر دی جائے، بعض نے عرض کیا کہ نماز کے وقت کے قریب مسجد پر چھنڈا بلند کر دیا جائے، بعض نے مشورہ دیا کہ عیسائیوں کی طرح نماز کے وقت سنکھ بجایا جائے جس کی آواز پر سب لوگ مسجد میں جمع ہو جائیں۔

ابھی اس معاملے میں کوئی فیصلہ نہ ہوا تھا کہ دوسرے دن صبح سویرے مدینہ کے رہنے والے ایک صحابی حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! مجھے خواب میں ایک شخص نے تلقین کی ہے کہ تم لوگوں کو یہ الفاظ پکار کر نماز کے لئے بلایا کرو۔ پھر انہوں نے تمام الفاظ دوہرائے جو اذان میں کہے جاتے ہیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا: ”یہ سچا خواب ہے تم بلال رضی اللہ عنہ کے ساتھ کھڑے ہو کر ان الفاظ کو دوہراؤ جو تم نے خواب میں سنے ہیں اور وہ ان ہی الفاظ میں اذان پکاریں کیونکہ ان کی آواز تمہاری آواز سے بلند ہے۔“

حضرت بلال رضی اللہ عنہ جب اذان دے چکے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنے گھر سے چادر گھسیٹتے ہوئے نکلے اور حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا: اے اللہ کے رسول! اس ذات کی قسم جس نے آپ کو نبی بنا کر بھیجا! میں نے ویسا ہی خواب دیکھا ہے، جیسا عبداللہ بن زید نے دیکھا اور وہی الفاظ سنے ہیں جو عبداللہ بن زید نے سنے۔ یہ سن کر رسول پاک ﷺ بہت خوش ہوئے اور اپنے پیارے دوستوں کے اس اتفاق پر اللہ کا شکر ادا کیا اس دن سے آج تک انہی الفاظ میں اذان دے جا رہی ہے اور قیامت تک دی جاتی رہے گی۔

سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے فضائل

* سیدنا سعد بن ابوقاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ، مَا لَقِيكَ الشَّيْطَانُ قَطُّ سَالِكًا فَجًّا إِلَّا سَلَكَ فَجًّا غَيْرَ فَجِّكَ)). اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! اگر تمہیں شیطان راستے میں چلتا ہوا دیکھ لے تو وہ اپنا راستہ بدل کر دوسرے راستے پر چلنے لگتا ہے۔

[صحیح البخاری: ۳۳۹/۶ - صحیح مسلم: ۱۸۶۳/۴]

* امام شعبی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو منبر پر فرماتے سنا: مَا كُنَّا نُبْعِدُ أَنَّ السَّكِينَةَ تَنْطِقُ عَلَى لِسَانِ عُمَرَ. ہم اس بات کو بعید از امکان نہیں سمجھا کرتے تھے کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی زبان پر سکینت بولتی تھی۔

[مسند أحمد: ۱۰۶/۱ - المعجم الكبير للطبرانی: ۱۸۴/۹]

توضیح: سکینت سے مراد زبان کا وقار و سنجیدگی اور دل کا سکون و اطمینان ہے، جو رب تعالیٰ کی طرف سے اس کے نیکو کار اور پاکباز بندوں کو حاصل ہوتا ہے۔

* سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: مَا نَزَلَ بِالنَّاسِ أَمْرٌ قَطُّ، فَقَالُوا فِيهِ وَقَالَ فِيهِ ابْنُ الْخَطَّابِ، أَوْ قَالَ: عُمَرُ، إِلَّا نَزَلَ الْقُرْآنُ عَلَى نَحْوِ مِمَّا قَالَ عُمَرُ.

لوگوں کو جب بھی کوئی مسئلہ درپیش ہوا اور اس کے متعلق لوگوں نے بھی رائے دی اور عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے بھی رائے دی، تو اسی رائے کے مطابق قرآن نازل ہو گیا جو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے دی۔

[سنن الترمذی: ۶۱۸/۵]

* سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

((جُعِلَ الْحَقُّ عَلَى لِسَانِ عُمَرَ وَقَلْبِهِ)).

عمر رضی اللہ عنہ کی زبان اور دل پر حق کو رکھ دیا گیا ہے۔

[مسند أحمد: ۴۰۱/۲]

* سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

((رَأَيْتُ فِي النَّوْمِ كَأَنِّي أُعْطِيتُ عَسًا مَمْلُوءًا مِنْ لَبَنٍ، فَشَرِبْتُ مِنْهُ حَتَّى تَمَلَأْتُ، فَرَأَيْتُهُ يَجْرِي فِي عُرْوَقِي بَيْنَ لَحْمِي وَجِلْدِي، وَفَضَلْتُ مِنْهُ فَضْلَةً، فَأَعْطَيْتُهَا ابْنَ الْخَطَّابِ))، فَأَوَّلُوهَا قَالُوا: يَا نَبِيَّ اللَّهِ، هَذَا عَلِمَ أَعْطَاكَهُ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ، حَتَّى امْتَلَأْتُ مِنْهُ، فَضَلْتُ مِنْهُ فَضْلَةً، فَأَعْطَيْتُهَا ابْنَ الْخَطَّابِ، قَالَ: ((أَصَبْتُ)).

میں نے خواب میں دیکھا کہ مجھ کو دودھ سے بھرا ہوا پیالہ دیا گیا، میں نے اس قدر پیا کہ میں سیر ہو گیا، پھر مجھے وہ اپنی جلد اور گوشت کے درمیان رگ میں دکھائی دیا، پھر جو بچ گیا وہ میں نے عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو دے دیا۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے اس کی تعبیر کرتے ہوئے کہا: اے اللہ کے نبی! اس (دودھ) سے مراد علم ہے جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو عطا فرمایا ہے، یہاں تک کہ آپ اس سے سیر ہو گئے، پھر جو بچ گیا وہ آپ نے عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو دے دیا۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: تم نے صحیح تعبیر کی ہے۔

[المستدرک للحاکم: ۸۵ / ۳]

* معتمر بیان کرتے ہیں کہ میرے والد اور ابوعثمان رحمہما اللہ نے فرمایا:

إِنَّمَا كَانَ عُمَرُ مِيزَانًا، لَا يَقُولُ كَذَا وَلَا يَقُولُ كَذَا.

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ ترازو کی ہی حیثیت رکھتے تھے، وہ نہ تو یوں کہتے اور نہ ہی یوں۔

[فضائل الصحابة لأحمد بن حنبل: ۳۳۲]

توضیح: یعنی بالکل حق اور راست گوئی سے کام لیتے تھے، نہ کسی کی بے جا حمایت میں بولتے اور نہ ہی کسی کی حق تلفی کرتے تھے، بلکہ ترازو کی طرح برابر اور درست رہتے۔

* امام سعید بن جبیر رحمہ اللہ قرآن کریم کے اس فرمان: ﴿وَصَالِحُ الْمُؤْمِنِينَ﴾ [التحریم: ۴] (نیک اہل

ایمان) کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ یہ آیت سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔

[تفسیر الطبری: ۱۰۵ / ۲۸]

* سیدنا اسود بن سریع رضی اللہ عنہ ہی بیان کرتے ہیں کہ:

أَتَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، إِنِّي قَدْ حَمَدْتُ رَبِّي عَزَّ وَجَلَّ بِمَحَامِدٍ وَمَدَحٍ وَإِيَّاكَ، فَذَكَرَ الْحَدِيثَ، فَجَاءَ رَجُلٌ فَاسْتَأْذَنَ أَذْلَمُ، طَوَالَ، أَصْلَعُ، أَعْسَرُ يَسْرُ، قَالَ: فَاسْتَنْصَتَنِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَوَصَفَ لَنَا أَبُو سَلَمَةَ، يَعْنِي

حَمَادًا، كَيْفَ اسْتَنْصَتَهُ قَالَ: كَمَا يُصْنَعُ بِالْهَرِّ، فَدَخَلَ فَتَكَلَّمَ سَاعَةً، ثُمَّ خَرَجَ، فَذَكَرَ الْحَدِيثَ، فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، مَنْ هَذَا الَّذِي تَسْتَنْصِتُنِي لَهُ؟ فَقَالَ: ((هَذَا رَجُلٌ لَا يُحِبُّ الْبَاطِلَ، هَذَا عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ)).

میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! میں نے اپنے رب کی تعریف اور آپ کی مدح میں کچھ اشعار کہے ہیں۔ پھر راوی نے آگے حدیث بیان کرتے ہوئے کہا: ایک آدمی آیا جس کا گندمی رنگ اور لمبا قد تھا، سر کے کچھ بال گرے ہوئے تھے اور دونوں ہاتھوں سے کام کرنے والا تھا، اس نے اجازت طلب کی تو رسول اللہ ﷺ نے مجھے خاموش کرا دیا۔۔۔ ابوسلمہ نے نبی ﷺ کے خاموش کرانے کا انداز بھی بیان کیا، جس طرح بلی کے ساتھ کیا جاتا ہے۔۔۔ پھر وہ آدمی اندر آیا اور اس نے کچھ دیر بات چیت کی، پھر چلا گیا۔ راوی نے آگے حدیث بیان کی کہ میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! یہ کون شخص ہے جس کی وجہ سے آپ مجھے خاموش کرا دیتے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: یہ شخص باطل کو پسند نہیں کرتا، یہ عمر بن خطاب ہے۔

[مسند أحمد: ۳/ ۴۳۵]

* طارق بن شہاب رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ سیدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

إِذَا ذُكِرَ الصَّالِحُونَ فَحَيَّاهَا بِعُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ.

جب نیک لوگوں کا تذکرہ کیا جاتا ہے تو سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سرفہرست ہوتے ہیں۔

[المعجم الكبير للطبرانی: ۹/ ۱۸۰ - المستدرک للحاکم: ۳/ ۹۳ - مسند أحمد: ۶/ ۱۴۸]

* ابو جعفر رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ:

أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ لَمَّا غُسِّلَ وَكُفِّنَ وَوُضِعَ عَلَى سَرِيرِهِ، وَسُجِّيَ عَلَيْهِ بِثَوْبٍ، قَالَ عَلِيٌّ: مَا عَلَى الْأَرْضِ أَحَدٌ أَحَبُّ إِلَيَّ أَنْ أَلْقَى اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ بِمَا فِي صَحِيفَتِهِ مِنْ هَذَا الْمُسَجَّى.

سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو جب غسل دے کر اور کفن پہنا کر چارپائی پر لٹا دیا گیا اور ان پر ایک کپڑا ڈال دیا گیا، تو سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: رُوئے زمین پر کوئی بھی شخص ایسا نہیں ہے کہ مجھے اس کپڑا اوڑھے شخص سے بڑھ کر جس کے اعمال نامے کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے ملنا پسند ہو۔

[تاریخ المدينة لابن شبة: ۱/ ۲۷۴ - التاريخ الكبير: ۴/ ۲۸۴]

* سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((نِعْمَ الرَّجُلُ أَبُو بَكْرٍ، نِعْمَ الرَّجُلُ عُمَرُ، نِعْمَ الرَّجُلُ أَبُو عُبَيْدَةَ بْنُ الْجَرَّاحِ، نِعْمَ

الرَّجُلُ أُسَيْدُ بْنُ حُضَيْرٍ، نِعَمَ الرَّجُلُ ثَابِتُ بْنُ قَيْسِ بْنِ شَمَّاسٍ، نِعَمَ الرَّجُلُ مُعَاذُ بْنُ جَبَلٍ، نِعَمَ الرَّجُلُ مُعَاذُ بْنُ عَمْرِو بْنِ الْجُمُوحِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ أَجْمَعِينَ)).

ابوبکر اچھے آدمی ہیں، عمر اچھے آدمی ہیں، ابوعبیدہ بن جراح اچھے آدمی ہیں، اُسید بن حضیر اچھے آدمی ہیں، ثابت بن قیس بن شماس اچھے آدمی ہیں، معاذ بن جبل اچھے آدمی ہیں اور معاذ بن عمرو بن جموح اچھے آدمی ہیں۔ اللہ ان تمام سے راضی و خوش ہوا۔

[مسند أحمد: ۲/ ۴۱۹-الأدب المفرد للبخاری: ص ۱۲۳-المستدرک للحاکم: ۳/ ۲۳۳]

* ابراہیم رحمہ اللہ ہی بیان کرتے ہیں کہ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

لَقَدْ أَحْبَبْتُ هَذَا الرَّجُلَ حُبًّا قَدْ خَفْتُ اللَّهَ فِي حُبِّهِ، إِنَّ عُمَرَ كَانَ حَائِطًا حَصِينًا، يَدْخُلُهُ الْإِسْلَامُ وَلَا يَخْرُجُ مِنْهُ، فَلَمَّا قُتِلَ عُمَرُ أَنْتَلَمَ الْحَائِطُ، إِذَا ذَكَرَ الصَّالِحُونَ فَحِيَهَلَا بِعُمَرَ.

یقیناً میں اس شخص سے اس قدر محبت کرتا ہوں کہ مجھے اس کی محبت کے متعلق اللہ سے ڈر لگنے لگتا ہے (کہ کہیں میں مبالغہ تو نہیں کر رہا)۔ یقیناً عمر رضی اللہ عنہ ایک ایسا محفوظ باغ تھے کہ جس میں اسلام داخل تو ہوتا تھا مگر اس سے نکلتا نہیں تھا۔ لیکن جب سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی شہادت ہوئی تو اس باغ میں شگاف پڑ گیا، پھر اس سے اسلام نکلنے لگا اور داخل نہیں ہوتا تھا۔ جب بھی نیک لوگوں کا تذکرہ ہوگا تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سرفہرست ہوں گے۔

[المستدرک للحاکم: ۳/ ۹۳]

* امام زہری رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((رَأَيْتُ لِعُمَرَ أَرْبَعَةَ رُؤْيَا: رَأَيْتُ كَأَنِّي أُتِيْتُ بِإِنَاءٍ فِيهِ لَبَنٌ فَشَرِبْتُ حَتَّى رَأَيْتُ الرَّيَّ يَخْرُجُ مِنْ أَنَامِلِي، ثُمَّ نَاوَلْتُ فَضْلِي عُمَرَ))، قَالُوا: يَا رَسُولَ اللَّهِ، فَمَا أَوَّلَتْ ذَلِكَ؟ قَالَ: ((الْعِلْمُ)). ((وَرَأَيْتُ كَأَنِّي أُمِتِي عَلَيْهِمُ الْقُمْصُ إِلَى الثَّدِي وَإِلَى الرُّكْبِ، وَإِلَى الْكَعْبِ، وَمَرَّ عُمَرُ يَسْحَبُ قَمِيصًا))، قَالُوا: يَا رَسُولَ اللَّهِ، مَا أَوَّلَتْ ذَلِكَ؟ قَالَ: ((الْدِّينُ)). قَالَ: ((وَدَخَلْتُ الْجَنَّةَ فَرَأَيْتُ فِيهَا قَصْرًا، أَوْ دَارًا، فَقُلْتُ: لِمَنْ هَذَا؟ قَالُوا: لِرَجُلٍ مِنْ قُرَيْشٍ، فَرَجَوْتُ أَنْ أَكُونَ أَنَا هُوَ، فَقِيلَ لِعُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ، فَأَرَدْتُ أَنْ أَدْخُلَ فَذَكَرْتُ غَيْرَتَكَ يَا أَبَا حَفْصٍ))، فَبَكَى عُمَرُ وَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ: أَوْ يُغَارُ عَلَيْكَ؟ وَرَأَيْتُ كَأَنِّي وَرَدْتُ بَنَاءً فَوَرَدَ ابْنُ أَبِي قُحَافَةَ فَتَزَعَّ ذُنُوبًا أَوْ ذُنُوبَيْنِ، وَتَزَعَّ فِيهِ ضَعْفٌ وَاللَّهُ يَغْفِرُ لَهُ، ثُمَّ وَرَدَهَا عُمَرُ فَاسْتَحَالَتِ

الدُّلُوفِي يَدِهِ غَرَبًا ، فَاسْتَقَى فَأَرَوَى الظَّمِئَةَ وَضَرَبَ النَّاسَ بِعَطْنٍ ، فَلَمْ أَرِ أَحَدًا مِنَ النَّاسِ ، أَوْ قَالَ: عَبْقَرِيًّا: يَقْرِي فَرِيهَ.

میں نے عمر کے لیے چار خواب دیکھے: ”میں نے دیکھا کہ مجھے ایک برتن دیا گیا جس میں دودھ تھا، میں نے اتنا پیا کہ مجھے انگلیوں کے پوروں سے (دودھ کی) تری نکلتی دکھائی دی، پھر میں نے اپنا بچا ہوا دودھ عمر کو دے دیا۔“ لوگوں نے پوچھا: اے اللہ کے رسول! آپ نے اس خواب کی کیا تعبیر کی؟ آپ ﷺ نے فرمایا: (دودھ سے مراد) علم ہے۔ (پھر آپ ﷺ نے فرمایا:) ”میں نے (دوسرا خواب یہ) دیکھا کہ میری امت کے لوگوں نے قمیضیں زیب تن کر رکھی ہیں (کچھ کی قمیضیں) سینے تک ہیں، (کچھ کی) گھٹنے تک اور (کچھ کی) ٹخنے تک ہیں، اور (اتنے میں) عمر رضی اللہ عنہ گزرے تو وہ قمیض کو گھسیٹ رہے تھے۔“ (یعنی عمر رضی اللہ عنہ کے پاس وافر طور پر قمیض دستیاب تھا)۔ لوگوں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! آپ نے اس خواب کی کیا تعبیر کی؟ آپ ﷺ نے فرمایا: (قمیض سے مراد) دین ہے۔ اسی طرح آپ ﷺ نے فرمایا: ”میں نے (خواب میں دیکھا کہ میں) جنت میں داخل ہوا تو میں نے وہاں ایک محل دیکھا، یا فرمایا کہ ایک گھر دیکھا، تو میں نے پوچھا: یہ کس کا محل ہے؟ تو فرشتوں نے جواب دیا: یہ قریش کے ایک شخص کا ہے۔ مجھے اُمید پیدا ہوئی کہ وہ میں ہی ہوں گا، لیکن (مجھے) بتلایا گیا کہ یہ محل عمر بن خطاب کا ہے۔ (پھر آپ ﷺ نے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا:) اے ابو حفص! میں نے (اس محل کے اندر) داخل ہونا چاہا تو مجھے تمہاری غیرت یاد آ گئی۔ یہ سن کر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ رو پڑے اور کہا: اے اللہ کے رسول! کیا آپ پر بھی غیرت کا مظاہرہ ہو سکتا ہے؟! (پھر آپ ﷺ نے فرمایا:) میں نے (چوتھا خواب یہ) دیکھا کہ میں ایک کنویں کے پاس آیا ہوں، پھر ابن ابی قحافہ (یعنی ابوبکر رضی اللہ عنہ) بھی اس کنویں پر آئے، انہوں نے ایک یا دو ڈول پانی نکالا، پھر ان کے نکالنے میں کچھ کمزوری واقع ہو گئی، پھر عمر بھی وہاں آ گئے تو انہوں نے بھی پانی نکالا، یہاں تک کہ ان کے ہاتھ میں ہی اس ڈول نے ایک بہت بڑے ڈول کی صورت اختیار کر لی اور (انہوں نے اس قدر پانی نکالا کہ) لوگوں نے اپنے اونٹوں کو حوض سے سیراب کر لیا، میں نے ان کی طرح کام کرنے والا لوگوں میں سے کوئی اتنا زور آور بہادر شخص نہیں دیکھا۔

[صحیح البخاری: ۷/ ۴۰ - صحیح مسلم: ۴/ ۱۸۶۱]

* سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((بَيْنَا أَنَا نَائِمٌ رَأَيْتَنِي أُتِيْتُ بِقَدَحٍ ، فَشَرَبْتُ مِنْهُ حَتَّى إِنِّي لَأَرَى الرَّيَّ يَجْرِي فِي أَظْفَارِي ، ثُمَّ أُعْطِيتُ فَضْلِي عُمَرُ)) ، قَالُوا: مَا أَوْلَتْ ذَلِكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ؟ قَالَ: ((الْعِلْمُ)).

میں سویا ہوا تھا تو میں نے (خواب میں) دیکھا کہ مجھے ایک برتن دیا گیا، میں نے اس سے اتنا پیا کہ مجھے

انگیوں کے پوروں سے (دودھ کی) تری بہتی ہوئی دکھائی دی، پھر میں نے اپنا بچا ہوا دودھ عمر کو دے دیا۔ لوگوں نے پوچھا: اے اللہ کے رسول! آپ نے اس خواب کی کیا تعبیر کی؟ آپ ﷺ نے فرمایا: (دودھ سے مراد) علم ہے۔

[فضائل الصحابة لأحمد بن حنبل: ۳۱۹]

* قیس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے سیدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ کو فرماتے سنا:

مَا زِلْنَا أَعَزَّةً مُنْذُ أَسْلَمَ عُمَرُ.

جب سے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ اسلام لائے تب سے ہم ہمیشہ غالب ہی رہے۔

[المعجم الكبير للطبرانی: ۱۸۲ / ۹]

* ابواحوص اور عمرو بن ثابت بیان کرتے ہیں کہ ہم نے امام اسحاق رضی اللہ عنہ کو فرماتے سنا:

بَغْضُ أَبِي بَكْرٍ وَعُمَرُ مِنَ الْكِبَائِرِ.

سیدنا ابوبکر اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہما سے بغض رکھنا کبیرہ گناہوں میں سے ہے۔

[التاریخ الكبير: ۳ / ۳۱۹]

* ابواسحاق سے مروی ہے کہ عمرو بن میمون رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

إِنِّي لَأَرَى هَلَاكَ عُمَرَ هَدَمَ ثُلُثَ الْإِسْلَامِ.

یقیناً میں سمجھتا تھا کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی وفات سے ایک تہائی اسلام ختم ہو جائے گا۔

[التاریخ الكبير: ۳ / ۳۷۴]

* عمرو بن حرث بیان کرتے ہیں کہ میں نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو فرماتے سنا:

خَيْرُ هَذِهِ الْأُمَّةِ بَعْدَ نَبِيِّهَا أَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ، وَلَوْ شِئْتُ أَنْ أُسَمِّيَ الثَّالِثَ.

اس امت کی بہترین شخصیت، ان کے پیغمبر ﷺ کے بعد، ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما ہیں، اور اگر میں چاہوں تو

تیسرے کا نام بھی لے سکتا ہوں۔

[فضائل الصحابة لأحمد بن حنبل: ۴۰]

* عمرو بن حرث ہی بیان کرتے ہیں کہ میں نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو منبر پر خطبہ دیتے ہوئے یہ فرماتے سنا:

أَلَا أُخْبِرُكُمْ بِخَيْرِ هَذِهِ الْأُمَّةِ بَعْدَ نَبِيِّهَا أَبُو بَكْرٍ، أَلَا أُخْبِرُكُمْ بِالثَّانِي؟ فَإِنَّ الثَّانِيَّ عُمَرُ.

کیا میں تمہیں پیغمبر ﷺ کے بعد اس امت کا بہترین شخص نہ بتاؤں؟ وہ ابوبکر رضی اللہ عنہ ہیں۔ کیا میں تمہیں دوسرا

(بہترین) شخص نہ بتاؤں؟ یقیناً دوسرے شخص عمر رضی اللہ عنہ ہیں۔

[مسند أحمد: ۲/ ۲۳۹- مسند أبی یعلی الموصلی: ۱/ ۴۱۰]

* ابو جحیفہ بیان کرتے ہیں کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے مجھ سے فرمایا:

يَا أَبَا جَحِيفَةَ، أَلَا أَخْبِرُكَ بِأَفْضَلِ هَذِهِ الْأُمَّةِ بَعْدَ نَبِيِّهَا؟ قُلْتُ: بَلَى، وَلَمْ أَكُنْ أَرَى أَنَّ أَحَدًا أَفْضَلَ مِنْهُ، قَالَ: أَفْضَلُ هَذِهِ الْأُمَّةِ بَعْدَ نَبِيِّهَا أَبُو بَكْرٍ، وَبَعْدَ أَبِي بَكْرٍ عُمَرُ، وَبَعْدَهُمَا آخَرُ ثَالِثٌ، وَلَمْ يُسَمِّهِ.

اے ابو جحیفہ! کیا میں تمہیں اس امت کے نبی ﷺ کے بعد سب سے زیادہ فضیلت کے حامل شخص کا نہ بتلاؤں؟ میں نے کہا: کیوں نہیں۔ حالانکہ میں نہیں سمجھتا تھا کہ کوئی آپ سے افضل ہوگا۔ تو علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اس امت کے نبی ﷺ کے بعد سب سے زیادہ فضیلت کے حامل شخص ابو بکر رضی اللہ عنہ ہیں، اور ابو بکر رضی اللہ عنہ کے بعد عمر رضی اللہ عنہ ہیں، اور ان دونوں کے بعد تیسرا ایک اور شخص ہے۔ آپ نے اس کا نام نہیں لیا۔

[مسند أحمد: ۲/ ۲۰۱]

* سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

وَأَفْقَتُ رَبِّي عَزَّ وَجَلَّ فِي ثَلَاثٍ، أَوْ وَأَفْقَنِي رَبِّي فِي ثَلَاثٍ، قَالَ: قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، لَوْ اتَّخَذْتَ الْمَقَامَ مُصَلِّيً، قَالَ: فَأَنْزَلَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ: ﴿وَاتَّخِذُوا مِنْ مَّقَامِ إِبْرَاهِيمَ مُصَلِّيً﴾ [البقرة: ۱۲۵]، وَقُلْتُ: لَوْ حَجَبْتَ عَنْ أُمَمَاتِ الْمُؤْمِنِينَ، فَإِنَّهُ يَدْخُلُ عَلَيْكَ الْبَرُّ وَالْفَاجِرُ، فَأَنْزَلَ آيَةَ الْحِجَابِ، قَالَ: وَبَلَغَنِي عَنْ أُمَمَاتِ الْمُؤْمِنِينَ شَيْءٌ فَاسْتَقْرَيْتُهُنَّ أَقُولُ لَهُنَّ: لَتَكْفُنَّ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَوْ لَيُبْدِلَنَّهُ اللَّهُ بِكُنَّ أَزْوَاجًا خَيْرًا مِنْكُنَّ، حَتَّى أَتَيْتُ عَلَى إِحْدَى أُمَمَاتِ الْمُؤْمِنِينَ، فَقَالَتْ: يَا عُمَرُ، أَمَا فِي رَسُولِ اللَّهِ مَا يَعْطِي نِسَاءَهُ، حَتَّى تَعْطِيَهُنَّ أَنْتَ؟ فَكَفَفْتُ، فَأَنْزَلَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ: ﴿عَسَى رَبُّهُ إِنْ طَلَّقَكُنَّ أَنْ يُبْدِلَهُ أَزْوَاجًا خَيْرًا مِنْكُنَّ مُسْلِمَاتٍ مُؤْمِنَاتٍ قَانِتَاتٍ﴾ [التحريم: ۵] الْآيَةَ.

تین کاموں میں میری بات رب تعالیٰ کے موافق ہوئی ہے، یا (کہا کہ) رب تعالیٰ کی بات میری بات کے موافق ہوئی ہے (یعنی جیسا میں نے سوچا اللہ تعالیٰ نے اسی طرح حکم جاری فرما دیا۔ پہلی بات یہ تھی کہ): میں نے کہا: اے اللہ کے رسول! اگر آپ مقامِ ابراہیم کو نماز پڑھنے کی جگہ بنا لیں (تو کیا خوب ہو) تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرما دی: ﴿وَاتَّخِذُوا مِنْ مَّقَامِ إِبْرَاهِيمَ مُصَلِّيً﴾ ”اور مقامِ ابراہیم کو نماز پڑھنے کی جگہ بنا لو۔“ (دوسری بات یہ تھی کہ) میں نے عرض کیا: کاش کہ آپ اُمماتِ المؤمنین کو پردے کا حکم فرما دیں، کیونکہ ان کے پاس اچھے برے (ہر طرح)

کے لوگ آتے ہیں، تو اللہ تعالیٰ نے پردے (کے حکم والی) آیت نازل فرمادی۔ اور (تیسری بات یہ تھی کہ) مجھے امہات المؤمنین کے بارے میں ایک بات کا پتا چلا (کہ وہ رسول اللہ ﷺ سے خرچے وغیرہ میں اضافے کا مطالبہ کر رہی ہیں) تو میں حقیقت جاننے کے لیے ان کے پاس گیا اور ان سے کہا: تم رسول اللہ ﷺ (کو پریشان کرنے سے) باز آ جاؤ، یا پھر (ایسا بھی ہو سکتا ہے کہ) اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کو تمہاری متبادل ایسی بیویاں دے دے جو تم سے بہتر ہوں گی۔ یہاں تک کہ میں امہات المؤمنین میں سے ایک کے پاس آیا تو انہوں نے کہا: اے عمر! رسول اللہ ﷺ تو اپنی ازواج کو اتنی نصیحتیں نہیں کرتے جتنی آپ کرتے رہتے ہیں۔ تو میں رُک گیا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمادی: ﴿عَسَىٰ رَبُّهُٓ إِن طَلَّقَكُنَّ أَنْ يُبَدِّلَهُٗٓ أَزْوَاجًا خَيْرًا مِنْكُنَّ مُسْلِمَاتٍ مُّؤْمِنَاتٍ قَانِتَاتٍ﴾ ”ہو سکتا ہے کہ اگر نبی ﷺ تمہیں طلاق دے دیں تو اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کو بدلے میں تم سے بہتر بیویاں عطا فرما دے، جو مسلمان بھی ہوں گی، اہل ایمان بھی ہوں گی اور فرمانبردار بھی ہوں گی۔“

[صحیح البخاری: ۱/ ۵۰۴۔ صحیح مسلم: ۴/ ۱۸۶۵]

* جویریہ بن قدامہ بیان کرتے ہیں کہ جس سال سیدنا عمر رضی اللہ عنہ بیمار ہوئے اس سال میں حج پر روانہ ہوا، جب میں مدینے پہنچا تو آپ نے خطبہ دیا اور فرمایا:

إِنِّي رَأَيْتُ كَأَنَّ دِيكَمَا نَقَرْنِي نَقْرَةً أَوْ نَقَرَتَيْنِ، شُعْبَةُ الشَّالِكِ، فَكَانَ مِنْ أَمْرِهُ أَنْ طُعِنَ، فَأَذِنَ لِلنَّاسِ عَلَيْهِ، فَكَانَ أَوَّلَ مَنْ دَخَلَ عَلَيْهِ أَصْحَابُ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ أَهْلِ الْمَدِينَةِ، ثُمَّ أَهْلُ الشَّامِ، ثُمَّ أَذِنَ لِأَهْلِ الْعِرَاقِ، فَدَخَلْتُ فِيمَنْ دَخَلَ، وَقَالَ: وَكَانَ كُلَّمَا دَخَلَ عَلَيْهِ قَوْمٌ، أَتْنُوهُ عَلَيْهِ وَبَكُوا، قَالَ: فَلَمَّا دَخَلْنَا عَلَيْهِ قَالَ: وَقَدْ عَصَبَ بَطْنُهُ بِعِمَامَةٍ سَوْدَاءَ وَالْدَّمُ يَسِيلُ، قَالَ: فَقُلْنَا: أَوْصِنَا، قَالَ: وَمَا سَأَلَهُ الْوَصِيَّةَ غَيْرُنَا، فَقَالَ: عَلَيْكُمْ بِكِتَابِ اللَّهِ، فَإِنَّكُمْ لَنْ تَضِلُّوا مَا اتَّبَعْتُمُوهُ، فَقُلْنَا: أَوْصِنَا، قَالَ: أَوْصِيكُمْ بِالْمُهَاجِرِينَ؛ فَإِنَّ النَّاسَ سَيَكْثُرُونَ وَيَقْلُونَ، فَأَوْصِيكُمْ بِالْأَنْصَارِ؛ فَإِنَّهُمْ شِعْبُ الْإِسْلَامِ الَّذِي لَجَأَ إِلَيْهِ، وَأَوْصِيكُمْ بِالْأَعْرَابِ؛ فَإِنَّهُمْ أَهْلُكُمْ وَمَادَتُكُمْ، وَأَوْصِيكُمْ بِأَهْلِ ذِمَّتِكُمْ؛ فَإِنَّهُمْ عَهْدُ نَبِيِّكُمْ وَرِزْقُ عِيَالِكُمْ، قُومُوا عَنِّي، قَالَ: فَمَا زَادَنَا عَلَى هَؤُلَاءِ الْكَلِمَاتِ قَالَ: مُحَمَّدٌ قَالَ شُعْبَةُ: ثُمَّ سَأَلَتْهُ بَعْدَ ذَلِكَ، فَقَالَ فِي الْأَعْرَابِ: وَأَوْصِيكُمْ بِالْأَعْرَابِ؛ فَإِنَّهُمْ إِخْوَانُكُمْ وَعَدُوُّ عَدُوِّكُمْ.

میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک سرخ رنگ کا مرغا مجھے ایک یا دو مرتبہ ٹھونگ مارتا ہے، اور ایسا ہی ہوا تھا کہ قاتلانہ حملے میں ان پر نیزے کے زخم آئے تھے۔ بہر حال! (ان پر قاتلانہ حملہ ہونے کے بعد) لوگوں کو ان کے پاس

(آخری ملاقات کے لیے) آنے کی اجازت دی گئی تو سب سے پہلے ان کے پاس صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تشریف لائے، پھر عام اہل مدینہ، پھر اہل شام اور پھر اہل عراق۔ عراقیوں کے ساتھ داخل ہونے والوں میں میں بھی شامل تھا۔ جب بھی لوگوں کی کوئی جماعت ان کے پاس جاتی تو ان کی تعریف کرتی اور ان کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو جاتے۔ جب ہم ان کے کمرے میں داخل ہوئے تو دیکھا کہ ان کے پیٹ کو سفید عمامے سے باندھ دیا گیا ہے لیکن اس میں سے خون بہہ رہا تھا۔ ہم نے ان سے وصیت کی درخواست کی جو کہ اس سے قبل ہمارے علاوہ کسی اور نے نہ کی تھی۔ تو انہوں نے فرمایا: تم کتاب اللہ کو لازم پکڑو، کیونکہ جب تک تم اس کی اتباع کرتے رہو گے تب تک ہرگز گمراہ نہیں ہو گے۔ ہم نے مزید وصیت کی درخواست کی تو فرمایا: میں تمہیں مہاجرین کے ساتھ حسن سلوک کی وصیت کرتا ہوں کیونکہ لوگ تو کم اور زیادہ ہوتے ہی رہتے ہیں، انصار کے ساتھ بھی حسن سلوک کی وصیت کرتا ہوں کیونکہ وہ اسلام کا قلعہ ہیں جہاں اہل اسلام نے آکر پناہ لی، نیز دیہاتیوں سے؛ کیونکہ وہ تمہاری اصل اور تمہارا مادہ ہیں، نیز ذمیوں سے بھی حسن سلوک کی وصیت کرتا ہوں، کیونکہ وہ تمہارے نبی کی ذمہ داری میں ہیں (یعنی آپ ﷺ نے ان سے معاہدہ کیا تھا) اور تمہارے اہل و عیال کا رزق ہیں (یعنی وہ تاوان کی ادائیگی کرتے ہیں)، اب تم میرے پاس سے اٹھ جاؤ۔ اس سے زائد بات انہوں نے کوئی ارشاد نہیں فرمائی، البتہ راوی نے ایک دوسرے موقع پر دیہاتیوں سے متعلق جملے میں اس بات کا بھی اضافہ کیا کہ وہ تمہارے بھائی ہیں اور تمہارے دشمن کے دشمن ہیں۔

[صحیح مسلم: ۱/۳۹۶]

* سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((دَخَلْتُ الْجَنَّةَ فَرَأَيْتُ فِيهَا قَصْرًا مِنْ ذَهَبٍ، فَقُلْتُ: لِمَنْ هَذَا الْقَصْرُ؟ فَقِيلَ: لِشَابٍّ مِنْ قُرَيْشٍ، قَالَ: فَظَنَنْتُ أَنِّي أَنَا هُوَ، فَقُلْتُ: مَنْ هُوَ؟ فَقَالُوا: عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ))، قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ((فَلَوْ مَا ذَكَرْتُ مِنْ غَيْرَتِكَ أَبَا حَفْصٍ لَدَخَلْتُهُ)).

میں جنت میں داخل ہوا تو میں نے اس میں سونے کا ایک محل دیکھا، میں نے پوچھا: یہ کس کا محل ہے؟ تو بتلایا گیا کہ یہ ایک قریشی نوجوان کا محل ہے۔ میں نے سوچا کہ وہ میں ہی ہوں گا، چنانچہ میں نے پوچھا: وہ کون ہے؟ تو فرشتوں نے بتلایا کہ وہ عمر بن خطاب (رضی اللہ عنہ) ہیں۔ نبی ﷺ نے فرمایا: اے ابو حفص! اگر مجھے آپ کی غیرت یاد نہ آتی تو میں اس میں ضرور داخل ہوتا۔

[صحیح البخاری: ۷/۱۴۰۔ صحیح مسلم: ۴/۱۸۶۳]

اور ایک روایت میں ہے کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے یہ سن کر کہا:

يَا بَابِي أَنْتَ وَأُمِّي يَا رَسُولَ اللَّهِ، وَعَلَيْكَ أَغَارُ؟

”اے اللہ کے رسول! میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں! کیا میں آپ پر غیرت کھاؤں گا؟“

[فضائل الصحابة لأحمد بن حنبل: ۲۱۱]

* ابن جریج بیان کرتے ہیں کہ میں نے امام عطاء اللہ اور دیگر اصحاب کو فرماتے سنا:

أَنَّ عُمَرَ أَوَّلُ مَنْ رَفَعَ الْمَقَامَ، فَوَضَعَهُ فِي مَوْضِعِهِ الْآنَ، وَإِنَّمَا كَانَ فِي قُبْلِ الْكَعْبَةِ.

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے سب سے پہلے مقام ابراہیم کو بلند کیا اور اسے اس جگہ پر رکھا جہاں اب موجود ہے، جبکہ وہ

کعبے کے اگلے حصے میں تھا۔

[مصنف عبد الرزاق: ۴۷/۵]

* محمد بن سیرین رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

أَوَّلُ مَنْ حَصَبَ الْمَسَاجِدَ عُمَرُ.

سب سے جس نے مسجدوں میں پتھر بچھائے وہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ ہی تھے۔

[الطبقات لابن سعد: ۲۸۴/۳]

* امام مجاہد اور طاؤس رحمہما اللہ سے مروی ہے کہ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا:

أَوَّلُ مَنْ جَهَرَ بِالسَّلَامِ عُمَرُ.

سب سے پہلے جس نے بلند آواز میں سلام کہا، وہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ ہی تھے۔

[فضائل الصحابة لأحمد بن حنبل: ۴۵۳]

* مصعب بن سعد سے مروی ہے کہ سیدنا معاذ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

وَاللَّهِ إِنَّ عُمَرَ فِي الْجَنَّةِ، وَمَا أَحَبُّ أَنْ لِي حُمْرَ النَّعَمِ، وَإِنَّكُمْ تَفَرَّقْتُمْ قَبْلَ أَنْ أُخْبِرَكُمْ، قَالَ: ثُمَّ ذَكَرَ رُؤْيَا النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الَّتِي رَأَى فِي شَأْنِ عُمَرَ، فَقَالَ: رُؤْيَا النَّبِيِّ حَقٌّ.

اللہ کی قسم! عمر رضی اللہ عنہ جنتی ہیں۔ میں یہ پسند نہیں کروں گا کہ مجھے سرخ اونٹ ملیں اور تم اس سے پہلے ہی تفرقہ

بازی میں پڑ جاؤ کہ میں تمہیں کچھ بتاؤں۔ راوی کہتے ہیں کہ پھر انہوں نے نبی ﷺ کا وہ خواب بیان کیا جو سیدنا

عمر رضی اللہ عنہ کے بارے میں دیکھا تھا، اور فرمایا: نبی کا خواب حق ہوتا ہے۔

[مسند أحمد: ۲۴۵/۵]

* ابو نضرہ بیان کرتے ہیں کہ سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:
 أَوَّلُ مَنْ دَوَّنَ الدَّوَاوِينَ، وَعَرَفَ الْعُرَفَاءَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ.
 سب سے پہلے جس نے شعری دیوان کو تدوین کیا اور صاحب فن لوگوں کو متعارف کرایا؛ وہ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ تھے۔

[الطبقات لابن سعد: ۳/ ۳۰۰]

* سیدنا عامر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:
 أَوَّلُ مَنْ جَعَلَ الْعُشُورَ فِي الْإِسْلَامِ عُمَرُ.
 سب سے پہلے جس نے اسلام میں عشر کا نظام جاری کیا وہ عمر رضی اللہ عنہ تھے۔
 [الأموال لأبي عبيد: ص ۷۱۳]

* سیدنا قیسہ بن جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:
 مَا رَأَيْتُ رَجُلًا قَطُّ أَعْلَمَ بِاللَّهِ وَلَا أَفْقَهَ فِي دِينِ اللَّهِ مِنْ عُمَرَ.
 میں نے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ کی معرفت رکھنے والا، کتاب اللہ کو پڑھنے والا اور دین کی خوب سمجھ رکھنے والا کوئی نہیں دیکھا۔

[التاریخ الكبير: ۴/ ۱۷۵ - مجمع الزوائد للهيثمي: ۹/ ۷۷]

* سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:
 إِنَّ عُمَرَ لَمَّا اسْتُخْلِفَ كَانَ الْإِسْلَامُ كَالرَّجُلِ الْمُقْبِلِ؛ لَا يَزْدَادُ إِلَّا قُرْبًا، فَلَمَّا قُتِلَ عُمَرُ
 كَانَ الْإِسْلَامُ كَالرَّجُلِ الْمُدْبِرِ؛ لَا يَزْدَادُ إِلَّا بُعْدًا.
 یقیناً جب سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کو خلیفہ منتخب کیا گیا تو اسلام اس شخص کی طرح ہو گیا تھا جو آ رہا ہو اور اس کی قربت بڑھتی ہی جا رہی ہو، لیکن جب عمر رضی اللہ عنہ کی شہادت ہو گئی تو اسلام اس شخص کی طرح ہو گیا تھا جو جا رہا ہو اور اس کی دوری بڑھتی ہی جا رہی ہو۔

[الطبقات لابن سعد: ۳/ ۳۷۳]

* سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے جنگِ جمل کے روز فرمایا:
 إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يَعْهَدْ إِلَيْنَا عَهْدًا نَأْخُذُ بِهِ فِي إِمَارَةٍ، وَلَكِنَّهُ
 شَيْءٌ رَأَيْنَاهُ مِنْ قَبْلِ أَنْفُسِنَا، ثُمَّ اسْتُخْلِفَ أَبُو بَكْرٍ، رَحِمَهُ اللَّهُ عَلَى أَبِي بَكْرٍ، فَأَقَامَ وَاسْتَقَامَ،

ثُمَّ اسْتَخْلَفَ عُمَرُ، رَحْمَةُ اللَّهِ عَلَى عُمَرَ، فَأَقَامَ وَاسْتَقَامَ، حَتَّى ضَرَبَ الدِّينَ بِجِرَانِهِ. امارت کے سلسلے میں رسول اللہ ﷺ نے ہمیں کوئی وصیت نہیں فرمائی تھی جس پر ہم عمل کرتے، بلکہ یہ تو ایک چیز تھی جسے ہم نے خود سے منتخب کر لیا تھا۔ پہلے سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کو خلیفہ منتخب کیا گیا، ابوبکر رضی اللہ عنہ پر اللہ کی رحمت ہو، انہوں نے قائم رکھا اور خود بھی ثابت قدم رہے۔ پھر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کو خلیفہ منتخب کیا گیا، اللہ تعالیٰ کی عمر رضی اللہ عنہ پر رحمت ہو، انہوں نے بھی قائم رکھا اور خود بھی ثابت قدم رہے، یہاں تک کہ دین نے اپنی گردن زمین پر گاڑ لی (یعنی مضبوط و مستحکم ہو گیا)۔

[مسند أحمد: ۱/ ۱۱۴]

* سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر تھے کہ جب آپ ﷺ نے سیدنا ابوبکر اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہما کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا: ((إِنِّي لَسْتُ أَدْرِي مَا قَدَرُ بَقَائِي فِيكُمْ، فَاقْتَدُوا بِاللَّذِينَ مِنْ بَعْدِي)). یقیناً مجھے نہیں معلوم کہ میں کتنا عرصہ تم میں موجود رہوں گا، سو تم (میری رحلت کے بعد) ان کی اقتدا کرنا جو میرے بعد (خلیفہ) ہوں گے۔

[فضائل الصحابة لأحمد بن حنبل: ۱۹۸]

* سیدنا بریدہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ:

أَنَّ أُمَّهُ سَوْدَاءَ أَتَتْ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَرَجَعَ مِنْ بَعْضِ مَعَاذِيهِ، فَقَالَتْ: إِنِّي كُنْتُ نَذَرْتُ أَنْ رَدَّكَ اللَّهُ أَنْ أَضْرِبَ عِنْدَكَ بِالْذُّفِّ، قَالَ: ((إِنْ كُنْتُ فَعَلْتُ فَاَفْعَلِي، وَإِنْ كُنْتُ لَمْ تَفْعَلِي فَلَا تَفْعَلِي))، فَضَرَبْتُ، فَدَخَلَ أَبُو بَكْرٍ وَهِيَ تَضْرِبُ، وَدَخَلَ غَيْرُهُ وَهِيَ تَضْرِبُ، وَدَخَلَ عُمَرُ، قَالَ: فَجَعَلْتُ دُفَّهَا خَلْفَهَا، وَهِيَ مُقْنَعَةٌ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ((إِنَّ الشَّيْطَانَ لَيَفْرِقُ مِنْكَ يَا عُمَرُ، أَنَا جَالِسٌ هَاهُنَا وَدَخَلَ هَؤُلَاءِ فَلَمَّا أَن دَخَلَتْ فَعَلَتْ مَا فَعَلَتْ)).

ایک سیاہ فام عورت رسول اللہ ﷺ کے پاس آئی اور آپ اس وقت ایک غزوے سے واپس آئے تھے۔ اس عورت نے کہا: میں نے نذر مانی تھی کہ اگر اللہ تعالیٰ آپ کو واپس لے آئے گا تو میں آپ کے پاس دف بجائوں گی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اگر تم نے بجانا ہے تو بجا لو اور اگر نہیں بجانا تو مت بجاؤ۔ چنانچہ اس نے دف بجایا، اتنے میں سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ تشریف لائے تو وہ بجاتی ہی رہی، ان کے بعد ایک اور صحابی آئے تو پھر بھی وہ بجاتی رہی، پھر سیدنا

عمر رضی اللہ عنہ آئے تو اس نے اپنا دف اپنے پیچھے پھینک دیا، اس نے نقاب اوڑھا ہوا تھا، یہ دیکھ کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے عمر! یقیناً شیطان آپ سے ڈرتا ہے، میں یہاں بیٹھا ہوا تھا اور یہ لوگ داخل ہوئے (تو یہ عورت دف بجاتی رہی) لیکن جب آپ داخل ہوئے تو اس نے ایسا کیا جو اس نے کیا (یعنی دف پھینک دیا)۔

[مسند أحمد: ۳۵۳/۵- سنن الترمذی: ۶۲۱/۵]

* سیدنا عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((لَوْ كَانَ بَعْدِي نَبِيٌّ كَانَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ)).

اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو عمر بن خطاب ہوتا۔

[تاریخ بغداد: ۱۲۰/۶]

توضیح: نبی ﷺ خاتم النبیین ہیں، آپ ﷺ پر سلسلہ نبوت ختم ہو چکا ہے، لیکن آپ نے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی فضیلت کو بیان کرنے کے لیے یہ فرمایا کہ اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو عمر بن خطاب ہوتا۔ گویا سیدنا عمر رضی اللہ عنہ اس قدر فضائل کے حامل تھے کہ نبی ﷺ نے اس منصب کے لیے اگر کسی کا انتخاب فرمایا تو فقط آپ ہی کا نام لیا۔

* سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((قَدْ يَكُونُ فِي الْأَمَمِ مُحَدِّثُونَ، فَإِنْ يَكُنْ فِي أُمَّتِي أَحَدٌ فَعُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ)).

پہلی اُمتوں میں محدث ہوا کرتے تھے، سو اگر میری اُمت میں کوئی محدث ہوا تو وہ عمر بن خطاب (رضی اللہ عنہ) ہوں

گے۔

[صحیح البخاری: ۵۱۲/۶- صحیح مسلم: ۱۸۶۴/۴]

توضیح: محدث سے مراد اللہ تعالیٰ کا ایسا محبوب و مقرب بندہ کہ جس پر اللہ کی طرف سے الہام ہوا اور اس کی زبان پر حق جاری ہو جائے، یا جس سے فرشتے ہم کلام ہو، یا جس کی رائے بالکل حق اور درست ثابت ہو۔ بے شائبہ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بھی ایسے ہی شخص تھے۔

* سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

((مَا مِنْ نَبِيٍّ إِلَّا وَفِي أُمَّتِهِ مِنْ بَعْدِهِ مُعَلِّمٌ، أَوْ مُعَلِّمٌ، فَإِنْ يَكُنْ فِي أُمَّتِي مِنْهُمْ أَحَدٌ فَهُوَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ، إِنَّ الْحَقَّ عَلَى لِسَانِ عُمَرَ وَقَلْبِهِ)).

ہر نبی کے بعد اس کی اُمت میں ایک معلم ضرور ہوا ہے، سو اگر میری اُمت میں سے کوئی معلم ہوا تو وہ عمر بن

خطاب (رضی اللہ عنہ) ہوں گے، یقیناً عمر (رضی اللہ عنہ) کی زبان اور دل پر حق (جاری کر دیا گیا) ہے۔

[الطبقات لابن سعد: ۲/ ۳۳۵]

* سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((اَقْتَدُوا بِاللَّذِينَ مِنْ بَعْدِي: أَبِي بَكْرٍ وَعُمَرُ)).

میرے بعد ان دو اصحاب کی اقتدا کرنا: ابوبکر اور عمر (رضی اللہ عنہما)۔

[فضائل الصحابة لأحمد بن حنبل: ۱۹۸]

* سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((مَا أَظَلَّتِ الْخَضِرَاءُ، وَلَا أَقَلَّتِ الْغُبَرَاءُ، بَعْدَ النَّبِيِّ عَلَى رَجُلٍ خَيْرٍ مِنْكَ يَا عُمَرُ)).

اے عمر! انبیاء کے بعد کسی بھی ایسے آدمی پر آسمان نے سایہ نہیں کیا اور زمین نے جگہ نہیں دی جو تجھ سے بہتر

ہو۔

[سنن الترمذی: ۵/ ۶۶۹]

تَوْصِيح: ”آسمان نے سایہ نہیں کیا اور زمین نے جگہ نہیں دی“ سے مراد یہ ہے کہ رُوئے زمین پر انبیاء کے بعد تجھ سے بہتر کوئی شخص نہیں ہے۔

* سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

((إِنَّ الرَّجُلَ مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ لَيُشْرِفُ عَلَى أَهْلِ الْجَنَّةِ كَأَنَّهُ كَوَكَبٌ دُرِّيٌّ، وَإِنَّ أَبَا بَكْرٍ

وَعُمَرُ لَمِنْهُمْ، وَأَنَعَمَا)).

بلاشبہ جنتیوں میں سے ایک (عام) آدمی اہل جنت کو اس طرح نظریں اٹھا کر دیکھے گا جیسے وہ آسمان کے اُفق

پر چمکدار ستارے ہوں، اور یقیناً ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما ان (اوپر) درجہ والوں) میں سے ہوں گے، بلکہ ان سے بھی اچھے ہوں گے۔

[فضائل الصحابة لأحمد بن حنبل: ۵۹۶]

* سیدنا علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نبی ﷺ کے پاس موجود تھا، اور اللہ تعالیٰ کے علاوہ اور تیسرا کوئی بھی

وہاں موجود نہیں تھا، تو آپ ﷺ کی نظر سیدنا ابوبکر اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہما پر پڑی تو فرمایا:

((هَذَانِ سَيِّدَا كُهُولِ أَهْلِ الْجَنَّةِ مِنَ الْأَوَّلِينَ وَالْآخِرِينَ إِلَّا النَّبِيِّينَ وَالْمُرْسَلِينَ، لَا

تُخْبِرُهُمَا يَا عَلِيُّ)).

یہ دونوں، نبیوں اور رسولوں کے علاوہ اگلے پچھلے تمام عمر رسیدہ جنتیوں کے سردار ہوں گے۔ اے علی! تم انہیں یہ

بات مت بتانا۔

[فضائل الصحابة لأحمد بن حنبل: ۹۳]

* امام شعبی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے درمیان بھائی چارہ قائم فرمایا، ایک روز یہ دونوں ایک دوسرے کا ہاتھ تھامے آئے تو آپ ﷺ نے فرمایا: ((مَنْ سَرَّهُ أَنْ يَنْظُرَ إِلَى سَيِّدِي كُهُولِ أَهْلِ الْجَنَّةِ مِنَ الْأَوَّلِينَ وَالْآخِرِينَ إِلَّا النَّبِيَّ وَالْمُرْسَلِينَ فَلْيَنْظُرْ إِلَى هَذَيْنِ الْمُقْبِلَيْنِ)).

جس شخص کی یہ خواہش ہو کہ وہ نبیوں اور رسولوں کے علاوہ (باقی تمام) اگلے پچھلے عمر رسیدہ جنتیوں کے سرداروں کو دیکھے، تو وہ آنے والے ان دو اصحاب کو دیکھ لے۔

[فضائل الصحابة لأحمد بن حنبل: 710]

* سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

((دَخَلْتُ الْجَنَّةَ فَرَأَيْتُ قَصْرًا مِنْ ذَهَبٍ، قُلْتُ: لِمَنْ هَذَا؟ قَالُوا: هَذَا لِشَابٍّ مِنْ قُرَيْشٍ، فَظَنَنْتُ أَنِّي أَنَا هُوَ، قَالُوا: لِعُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ)).

میں جنت میں داخل ہوا تو مجھے سونے کا ایک محل دکھائی دیا، میں نے پوچھا: یہ کس کا ہے؟ فرشتوں نے کہا: ایک قریشی نوجوان کا۔ میں نے سوچا کہ وہ میں ہی ہوں گا۔ تو فرشتوں نے بتلایا کہ عمر بن خطاب کا۔

[فضائل الصحابة لأحمد بن حنبل: ۴۵۱]

* سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((أَرْحَمُ أُمَّتِي أَبُو بَكْرٍ، وَأَشَدُّهَا فِي دِينِ اللَّهِ عُمَرُ)).

میری امت میں سب سے رحم دل شخص ابوبکر (رضی اللہ عنہ) ہیں اور اللہ تعالیٰ کے دین کے معاملے میں سب سے سخت

عمر (رضی اللہ عنہ) ہیں۔

[مسند أحمد: ۳/۱۸۴ - سنن الترمذی: ۵/۶۶۴ - سنن ابن ماجہ: ۱/۵۵]